Al-Marjān
Research Journal
ISSN(E): 1234 1234
ISSN(P): 1234 1234
al-marjan.com.pk

Article QR

Islamic and European Renaissance: A Research Study on Historical Significance and Effects on Western Civilization

مسلم اور یورپی نشاۃ ثانیہ: تاریخی معنویت، مغربی تہذیب پر اثرات کا تحقیقی مطالعہ

Authors

1. Hafiz Jamil Khalil
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology (UET), Pakistan.
jamilkhalilajmi@gmail.com

2. Aziz ur Rehman
Lecturer Life & Living, Riphah International University, Lahore.

Citation

Khalil, Hafiz Jamil and Aziz ur Rahman " Islamic and European Renaissance: Historical Significance and Comparative Study." Al-Marjān Research Journal, 2, no.2, Jul-Sep (2024): 12– 24.

History

Received:Jul 07, 2024, **Revised**: Aug 15, 2024, **Accepted**: Sep 05, 2024, **Available Online**: Sep 25, 2024.

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Journal

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

Copyright Muslim Intellectuals Research CenterAll Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Islamic and European Renaissance: A Research Study on Historical Significance and Effects on Western Civilization

مسلم اور یورپی نشاۃ ثانیہ: تاریخی معنویت، مغربی تہذیب پر اثرات کا تحقیقی مطالعہ

*عزیز الرحمن *حافظ جمیل خلیل

Abstract

The development of philosophy and science in written form is the key factor in determining whether a civilization is considered modern or not. The Greeks were the first modern civilization due to the availability of their philosophical and scientific works in written form. The Hellenistic period from 300 BC to 600 BC was a time when principles of philosophy and science were developed. Philosophers such as Socrates, Plato, and Pythagoras played a significant role in the advancement of Greek civilization. However, all civilizations have a rise and fall. Greek civilization began to decline in the first century AD and then fell into such a decline that science and development could not master. The Roman civilization then took up the philosophical development and many great philosophers and scientists were born during this period. The period after the decline of the Greeks is known as the Dark Ages, which began in the 4th century AD when the Roman emperor accepted Christianity and introduced new rites and innovations in Christianity. This period is characterized by widespread ignorance, and only the Pope had the authority to forgive people's sins. Western thinkers consider this period to last from the 4th century to the middle of the 15th century AD. Muslims believe that there was a period of Jahiliyyah (ignorance) from the 4th century to the middle of the 6th century, but in the 6th century AD, there was a revolution that left people amazed. This was the revolution of Muhammad, who strengthened the Arab state in the fields of war, philosophy, and science. Al-Zahrawi, Jabir bin Hayyan, and Ibn Khaldun are some of the notable scientists and philosophers who made significant contributions during this time.

Keywords: philosophy, science, decline, Roman civilization, Dark Ages, Christianity, Jahiliyyah, Muhammad, Arab state, Islamic Renaissance and European Renaissance

تعارف موضوع

فلسفے کی روسے وہی دور ترقی یافتہ یا جدید سمجھا جائے گا، جس کے اہم فلسفے اور اصطلاحات ہمیں تحریری شکل میں ملیں گی، اس لئے سب سے پہلا ترقی یافتہ یا جدید دور یونانیوں کا ہے، اور اس کے بعد بھی کئی دور آئے جس میں جدیدیت کو عروج اور زوال ملتا رہا، مگر یونانیوں کے دور سے پہلے تمام

* لیکچرر، شعبہ زندگی اور زندگی، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (UET)، پاکستان۔

تہذیبیں جتنی بھی ترقی یافتہ ہوں، ان کو ہم جدید تہذیب نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم آنے والی نسلوں کو ان کی ان مہارتوں کے بارے میں نہیں بتا سکتے، مثلاً اہرام مصر دنیا کے عجائب سے ایک ہے، مگر اس کے بنانے کی فزکس تحریری شکل میں نہیں ہے۔

یونانی دور کا آغاز 300 سال قبل مسیح سے لے کر 600 سال قبل مسیح تک کا دور ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں فلسفہ اور سائنس کے اصولوں کو فروغ ملا۔ اور اس تہذیب کے جدید اور آج تک مشہور ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ان کے تمام فلسفے اور اصطلاحات جو ان کے فلاسفیوں نے ایجاد کی، ان کی تفصیلات تحریری شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں، اس دور کے اہم فلاسفیوں میں ارسطو، سقراط اور افلاطون شامل ہیں، اس کے علاوہ فیثاغورث کا نام بھی نمایاں ہے۔ ان کے فلسفیانہ سوچ اور فکر کی وجہ سے یونان میں کافی زیادہ ترقی ہوئی اور وہ اس دور کی ترقی یافتہ تہذیبوں میں سے ایک تہذیب بن گئی۔

دنیا کا ایک کلیہ ہے کہ ہر عروج کے بعد زوال ہے، اور اتنی ترقی یافتہ تہذیب جو یونانی تہذیب کے نام سے جانی جاتی تھی، پہلی صدی عیسوی میں کمزور ہونا شروع ہوگئی، اور پھر یہ زوال کا ایسا شکار ہوئی کہ وہ ترقی اور علوم کی مہارت حاصل نہ کر سکی، اور اور پھر یہی فلسفیانہ ترقی روم میں منتقل ہوگئی اور یہاں بہت بڑے بڑے فلسفی اور ماہر علوم سائنس پیدا ہوئے۔

عیسوی دور جس کو زوال کا دور سمجھا جاتا ہے، جس کو انگریزی میں Dark ages کہا جاتا ہے، اس دور میں ہر طرف جہالت ہی جہالت پھیل گئی تھی، اور اس کا آغاز چوتھی صدی کے آخر میں ہوا جب رومی بادشاہ نے عیسائیت قبول کر لی، اور عیسائیت میں نئی رسوم اور اور بدعات جاری کر دیں، صرف پوپ کے پاس ہی یہ اختیار تھا کہ وہ لوگوں کے گناہوں کو معاف کر سکے، مغربی مفکرین کہتے ہیں کہ یہ دور چوتھی صدی سے لے کر پندرھویں صدی عیسوی کے درمیان تک ہے اور یہ جاہلیت کا دور ہے، مسلمان اس کے آدھے جز کو صحیح مانتے ہیں، واقعی چوتھی صدی سے چھٹی صدی کے وسط تک جاہلیت کا دور ہو گا، لیکن چھٹی صدی عیسوی میں دنیا میں ایک ایسا انقلاب برپا ہوا کہ لوگ دیکھتے ہی رہ گئے، وہ انقلاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھا، جس نے عرب کی ریاست کو اتنا مضبوط کر دیا کہ ان کا جنگ، فلسفے اور سائنس کے میدانوں میں ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا، ابن سینا اور کندی جیسے فلسفیوں نے فلسفہ کو بے حد عروج دیا، الزہراوی نے سرجری پر ایسا کام کیا کہ آج بھی مغرب اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہتے، جابر بن حیان کو بہترین کیمیادان کہا جاتا ہے، اور 1500ء میں ابن خلدون کی معاشرت (sociology) پر خدمات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

یورپ میں نشاۃ ثانیہ کی تحریک کا آغاز 1453ء یعنی ترکوں کی فتح قسطنطنیہ سے سمجھا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ اصلاح مذہب کی تحریک یعنی پروٹسٹنٹ مذہب میں شروع ہوتا ہے، جدید دور کا نقطہ آغاز یہی زمانہ ہے۔

مغربی نشاۃ ثانیہ کا تعارف

اس تحریک کا آغاز 1453ء یعنی ترکوں کی فتح قسطنطنیہ سے سمجھا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ اصلاح مذہب کی تحریک یعنی پروٹسٹنٹ مذہب میں شروع ہوتا ہے، جدید دور کا نقطہ آغاز یہی زمانہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا یہ ہوتا ہے کہ اس تحریک کے شروع ہونے کی وجہ کیا ہے اس بات کو معروف محقق و دانشور مرزا محمد الیاس یوں لکھتے ہیں:

> "جدیدیت کی اس تحریک کا سب سے پہلا شکار چرچ تھا۔ اس تحریک نے انسان کے اعتقادی رویوں کو مسترد کر دیا۔ خدا کی نفی کر دی اور اچھائی و برائی، نیکی و بدی کی جنگ کو مضحکہ خیز قرار دے دیا۔ چرچ کے علم سے فاصلوں نے اس تحریک کو زیادہ اہمیت دی۔ زمین کا سورج کے گرد گھومنا چرچ کو منظور نہ تھا لیکن جدیدیت نے اسے سچ ثابت کر دیا۔ یہ کام اس کی فکری ماں

سائنس نے کیا۔ استدلال کی بنیاد سائنسی تجربہ تھا۔ سائنسی تجربے کی بات قبول نہ کرنے والے کو جدیدیت کا دشمن قرار دیا گیا۔ اس تحریک کے راہنماؤں کا موقف تھا کہ ہر بات اور ہر رویہ، ہر مظہر اور واقعہ سائنس کے دیے استدلال سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ روایت، رواج، تاریخ، فنِ لطیفہ ہر کچھ اور سب کچھ استدلال کا محتاج ہے۔ استدلال ان کو ثابت کر دے تو درست، اگر استدلال ان کو غلط کہہ دے تو یہ غلط ہوں گے۔ جدیدیت کا سب سے بڑا نعرہ یہ تھا کہ وہ ایک بہتر اور اچھا معاشرہ بنا سکتی ہے۔ یہ معاشرہ کس طرح سے بنے گا؟ اس کی بنیاد ۱۸ ویں صدی کی روشن خیالی تھی۔ اس روشن خیال ذہن کو ہی اس قابل سمجھا گیا کہ وہ سچائی کو پا سکے۔"([1])

مولانا مودودی اس بات کی حمایت اور اس میں اضافہ یوں کرتے ہیں:

"یورپ میں جب نئی زندگی کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ اس کا شروع میں ہی دور متوسط کے عیسائی مذہب سے تصادم ہو گیا اور اس تصادم نے پوری دنیا کے نقشے کو بدل ڈالا۔ بنیاد پرست عیسائیوں نے اپنے مذہبی عقائد اور بائبل کے تصور کائنات و انسان کی پوری عمارت یونانی فلسفہ و سائنس کے نظریات، دلائل اور معلومات پر تعمیر کر رکھی تھی۔ اس کے برعکس جو لوگ نشاۃ جدیدۃ کی تحریک اور اس کے محرکات کے زیر اثر تنقید تحقیق اور دریافت کا کام کر رہے تھے۔ انہیں قدم قدم پر اس فلسفہ و سائنس کی کمزوریاں معلوم ہو رہی تھیں۔ جن کے سہارے عقائد و کلام کا پورا نظام کھڑا ہوا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ جدت پسند لوگوں نے اپنی تحریک کو پرجوش بنانے کے لیے عوام کی Brain Washing شروع کی تو دوسری طرف اہل کلیسا اپنے مذہبی اور سیاسی اقتدار کے بل بوتے پر روز بروز زیادہ سختی کے ساتھ ان کی راہ روکنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان بانیان نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ ان سب عوامل نے مل کر کلیسا کے استبداد کے خلاف شدید رد عمل پیدا کیا اور جدیدیت کی تحریک شروع ہوئی۔ چونکہ ایک تحریک سے قبل یورپ میں شدید درجہ کی دقیانوسیت اور روایت پرستی کا دور دورہ تھا۔ اس لیے اس تحریک نے پورے عہد وسطی کو تاریکی کا دور قرار دیا۔ مذہبی عصبیتوں، روایت پسند اور تنگ نظری کے خاتمہ کو اپنا اصل ہدف بنایا۔ شدید رد عمل نے اس تحریک کو دوسری انتہا پر پہنچا دیا اور روایت پرستی اور عصبیت کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے اس تحریک نے مذہب اور مذہبی معتقدات کی مخالفت بڑے وسیع پیمانے پر شروع کر دی۔"([2])

• مغربی نشاۃ ثانیہ کے مغربی تہذیب پر اثرات:

تہذیب نے خود پوری دنیا کے مذاہب کو اس کی دلدل میں گھسیٹا تھا تو ان کا دامن بھی تباہی سے خالی نہ رہا، چنانچہ کے اس بڑھتے ہوئے طوفان نے مغرب میں درج ذیل شعبوں کو بڑی حد تک نقصان پہنچایا:

❖ مذہب پر اثر:

اس تحریک نے مذہبی محاذ پر الحاد اور تشکیک کو جنم دیا۔ والٹیئر جیسے الحاد کے علم برداروں نے مذہب کا کلیتاً انکار کر دیا۔ مذہب کو سیاست معیشت، اخلاق، قانون علم فن تعرض اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ سے الگ کر کے رکھ دیا اور مذہب کو ایک شخصی معاملہ قرار دیا۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس

[1] ہفت روزہ آئین، (لاہور: جون ۲۰۰۵ء)، ص ۲۷۔۲۸

[2] مودودی، سید ابو الاعلی، **مسلمانوں کا ماضی، حال مستقبل کے آئینے میں**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، س،ن)، ص: ۱۵، ۱۶۔

نام نہاد تہذیب کی رگ رگ میں لادینیت پیوست ہوگئی۔ علوم وفنون اور ادب کا جو بھی ارتقاء ہوا اسکی جڑ میں وہ ضد برابر موجود رہی جو علمی بیداری کے آغاز میں مذہب اور اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کے خلاف پیدا ہو چکی تھی۔(3)

جدت پسندی اور روشن خیالی کی اس تحریک نے مغرب کا رخ مادیت پرستی کی طرف موڑ کر رکھ دیا۔ خیالات، نقطہ نظر، نفسیات وذہنیت، اخلاق واجتماع علم وادب حکومت وسیاست، اور یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مادیت نے زندگی کے تمام شعبوں پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔

مغربی تہذیب صاف صاف پر زور طریقہ پر خدا کا انکار نہیں کرتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے ذہنی نظام میں خدا کی جگہ نہیں ہے اور اسکے ماننے میں وہ کوئی فائدہ محسوس کرتی ہے اور نہ اسکی کی ضرورت سمجھتی ہے۔ (4)

جدت پسندی کی اس تحریک نے مغرب کو خدا سے غافل کر دیا اس تہذیب کے ماننے والوں نے مشکل کے اوقات میں بھی خدا کو یاد کرنا چھوڑ دیا۔ اسی سلسلہ میں ایک اقتباس پیش نظر ہے لندن کی ایک رات" کے عنوان سے ایک ہندوستانی ۴۰ء اس کے حملوں کے بارے میں اپنیت اثرات کچھ اس طرح لکھتا ہے:

> دشمن کے ہوائی جہاز رات دن حملہ کرتے سائرن بجنے کے باوجود بھی سینما گھروں میں فلمیں اور ناچ خانوں میں گانے جاری رہتے اور کسی پر خوف طاری نہ ہوتا۔(5)

❖ سیاست پر اثر:

اس تحریک نے (Sovereignity) کا نعرہ بلند کیا۔ آزادی فکر، آزادی اظہار اور حقوق انسانی کے تصورات عام کیے۔ جو سیاسی نظام قائم کیا گیا مغربی آقاؤں کی رہنمائی میں پروان چڑھا۔ اس کی بنیاد تین اصولوں پر قائم کی گئی تھی۔ ایک سیکولرازم یعنی لادینیت، دوسرے نیشنلزم تیسرے ڈیمو کریسی لینی حاکمیت عوام۔ یورپین سیاست دان خود بھی بہت بڑے اخلاقی جرائم میں ملوث رہے ہیں۔ اس کی مثال یورپی پارلیمنٹ کے برطانوی رکن ٹام سپنسر ہیں جو امور خارجہ کی کمیٹی کے چیئر مین بھی ہیں۔ یہ شخص حشیش سمگل کرنے کے کاروبار میں پکڑا گیا تھا۔ اس نے اغلام بازی کا ویڈیو کیسٹ بھی فرانس سے اپنے ملک میں لانے کی کوشش کی اور ایئر پورٹ پر ان دونوں جرائم کی پاداش میں پانچ سو پچاس پونڈ کی رقم بطور جرمانہ ادا کیا۔ برطانیہ کی قدامت پرست پارٹی نے اسے اپنی رکنیت سے خارج کر دیا۔ پچاس سال سپنسر نے شادی شدہ ہونے کے باوجود اغلام بازی کا اعتراف کیا۔ اس کی دوجوان بیٹیاں بھی تھیں۔(6)

❖ قوم پرستی کا پرچار:

اس تحریک نے قوم پرستی اور قومی ریاستوں کا تصور بھی عام کیا۔ اور جمہوریت انہی افکار کی ہی پیداوار ہے اور یورپ اور شمالی امریکہ کے اکثر ملکوں میں خود مختار جمہورمیت کو قومی ریاستیں قائم ہوئیں۔ یورپ میں مسیحیت کے زوال کے ساتھ ساتھ قومیت و وطنیت کو عروج ملتا گیا کہ مغربی فلاسفروں نے مذہب کو ترازو کے ایک پلڑے میں ڈال دیا اور دوسرے حصہ میں قومیت و وطنیت ڈال دی اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلا کہ دین کا پلڑا ہلکا ہوتا گیا جبکہ وطنیت و قومیت کا بھاری۔

---

3 مجلہ تحقیقات اسلامی، **جدیدیت اور مابعد جدیدیت**، (علی گڑھ: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، ۲۰۰۸ء)، ص:۳۹

4 محمد اسد، **ملت اسلامیہ دوراہے پر، ترجمہ** "**Islam** at the cross roads" (لاہور: دار السلام، س،ن) ص:40

5 ندوی، سید ابو الحسن علی، **انسانی زندگی پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر**، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1974ء)، ص:284

6 ماہنامہ ہمدرد صحت، کراچی اگست ۱۹۹۹ء، ص:13

مغرب کی قوموں نے اپنے گرد سیاسی مقاصد اور استعمار کے چھوٹے دائروں میں اپنے آپ کو مقید کر کے رکھ دیا اور ان قوموں نے اپنے آپ کو ایک مستقل دنیا فرض کر لیا ان کا نظریہ یہ تھا کہ ان کے باہر دنیا اور انسان کا وجود نہیں پایا جاتا۔ انہوں نے خود اپنے آپ کو دین کو ایک مستقل معبود بنا لیا۔ اس لیے انہوں نے اس کی خاطر جینا اور مرنا شروع کر دیا۔ ان تمام مقاصد کی تکمیل کے لیے انہوں نے اس دنیا میں کئی کروڑ انسانوں کا ناجائز خون بہایا۔ اس دین قومیت کا عقیدہ اولین یہ ہے کہ قوم ہر چیز پر مقدم اور ہر چیز سے بالا و برتر ہے اور انہی کی ہی قوم ہے جو سب سے زیادہ ذکی، شریف، زیادہ طاقت ور حکومت و سیادت کی اصل غرض یہ کہ اسی عالم ارض میں کوئی دوسری قوم ان کی مثل پائی ہی نہیں جاتی یہ دین قومیت کسی انسان کسی ملک میں رہنے کی اس وقت تک اجازت نہیں دیتی جب تک وہ اس پر ایمان نہ لائے۔[7]

قوم پرستوں کا سب سے بڑا ہدف یہ ہے کہ اس عالم ارض کے تمام رقبہ پر ان کے نظریات اور ان کی قومیت کے اثرات کو غالب کر دیا جائے۔

❖ **معیشت پر اثر:**

اس تحریک نے سرمایہ دارانہ معیشت اور نئے صنعتی معاشرہ کو جنم دیا جس کی بنیاد آدم اسمتھ کی معاشی فکر تھی۔ جو صنعت کاری، آزادانہ معیشت اور کھلے بازار کی پالیسیوں سے عبارت تھی نئے صنعتی معاشرہ میں جب مزدوروں کا استحصال شروع ہوا تو جدیدیت ہی کے بطن سے مارکسی فلسفہ پیدا ہوا، جو ایک ایسے غیر طبقاتی سماج کا تصور پیش کرتا تھا جس میں محنت کش کو بالادستی حاصل ہو۔[8]

یورپ کے نزدیک پوری انسانی تاریخ معاشرتی طبقوں کی باہمی جنگ کی داستان ہے۔ وہ اقتصادی پہلو کے علاوہ انسانی زندگی کے تمام دوسرے پہلوؤں کی اہمیت اور اثر سے انحراف کرتا ہے۔ وہ دین، اخلاق، روح، قلب حتیٰ کہ عقل کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور ان کے ہاں کسی کو بھی انسان کی تاریخ میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں۔ اس بات کی کارل مارکس بہترین مثال ہے۔ اس کے نزدیک تاریخ کی تمام جنگیں، بغاوتیں و انقلابات محض انتقام تھا جو چھوٹا اور خالی پیٹ ایک بڑھے ہوئے پیٹ سے لینا چاہتا تھا۔ وہ محض ایک جدوجہد تھی جو اقتصادی نظام کی تشکیل جدید اور صنعتی پیداوار کے طریقوں کی تنظیم جدید کے سلسلے میں پیش آئی اور اس بنا پر نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ مارکس کے نزدیک مذہبی جنگیں اقتصادی طبقات کی باہمی کشمکش کا نتیجہ تھیں۔ ایک جماعت دولت کے ذرائع اور پیداوار کے طریقوں پر قابض ہو گئی تھی اور دوسری اس میں شرکت کرنا اور ان کا بھی حصہ لینا چاہتی تھی یا ان کی نئے سرے سے تشکیل اور تنظیم کرنا چاہتی تھی۔ پہلی جماعت کی مدافعت کرنے پر وہ جنگیں شورشیں اور انقلاب واقع ہوئے۔ جن کو تاریخ نے مختلف ناموں سے ذکر کیا ہے۔ یہ یک طرفہ فلسفہ کسی مذہبی جہاد کی دینی اصلاح کی روحانی جدوجہد کو اس کلیہ سے مستثنیٰ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ مغرب کا مادی تصوف یورپ کا اقتصادی فلسفہ وحدت الوجود ہے۔[9]

یورپین ممالک میں اس نئے مذہب نے معیشت پر اس قدر اثر ڈالا کہ اس سے بے روزگاری کی شرح کے سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ ایک اندازے کے مطابق امریکی لیبر ڈیپارٹمنٹ میں گیارہ ستمبر کو واشنگٹن اور نیویارک کے فضائی حملوں کے بعد بے روزگاری کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا۔ ان حملوں کے بعد صرف ایک ہفتہ میں اٹھاون سو افراد نے حکومت سے بے روزگاری وظیفہ لینے کا مطالبہ کیا۔ ۲۲ ستمبر تک یہ تعداد چار لاکھ پچاس ہزار (۴۵۰،۰۰۰) تک گیا۔ جو فروری ۱۹۹۴ء کے بعد امریکہ میں بے روزگاری کی شرح میں خطرناک اضافہ ہے۔ اس

---

[7] ندوی، سید ابوالحسن علی، **انسانی زندگی پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر**، ص:295

[8] مجلہ تحقیقات اسلامی، **جدیدیت اور مابعد جدیدیت**، ص:40-39

[9] ندوی، سید ابوالحسن علی، **انسانی زندگی پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر**، ص:288-287

سے سب سے زیادہ نیو یارک شہر متاثر ہوا جہاں سے تقریباً ایک لاکھ افراد کو ملازمت سے فارغ کیا گیا۔ حملوں کے بعد امریکی معیشت مسلسل مندی کی طرف جا رہی ہے۔ جس سے یہ خدشہ بڑھ گیا کہ امریکہ میں آئندہ چند سالوں میں معاشی بحران پیدا ہو جائے گا۔ (10)

امریکی معیشت کی ۲۰۰۸ء میں یہ صورت حال ہے کہ بڑے بڑے بینک دیوالیہ ہو چکے ہیں اور کئی ہزار ملازمین اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

❖ **اخلاقیات پر اثرات :**

اس تحریک نے افادیت (Utiliterianism) کا تصور عام کیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ اخلاقی قدروں کا تعلق افادیت سے ہے۔ خدا اور آخرت کو نظر انداز کر دینے کے بعد ظاہر ہے کہ اخلاق کے لیے مادی قدروں کے سوا کوئی اور بنیاد باقی نہیں رہتی۔ اسی افادیت کے ساتھ لذتیت کے ایک سادہ سے مادہ پرستان نظریہ کی آمیزش ہو گئی تھی۔ اسی پر مغرب کے پورے تمدن اور مغربی زندگی کے پورے طرز عمل کی بنا رکھی گئی ہے۔ کتابوں میں افادیت اور لذتیت کی جو تشریحات لکھی گئی ہیں وہ چاہے جو کچھ بھی ہوں مگر مغربی تہذیب اور سیرت و کردار میں اس کا جوجوہر جذب ہوا وہ یہ تھا کہ قابل قدر اگر کوئی چیز ہے تو صرف وہ جس کا کوئی فائدہ میری ذات کو پہنچتا ہو یا میری ذات کے تصور میں بھی وسعت پیدا ہو جائے۔ (11)

عصر حاضر میں مغرب کی سماجی زندگی میں جو زبردست تبدیلی یہ ہو رہی ہے اس میں عجیب اخلاقیات جڑ پکڑتی جا رہی ہے اور اہم نظریہ یہ ہے کہ جو کچھ مفاد عامہ میں ہے وہی ٹھیک ہے اس لیے معاشرے کی مادی خوش حالی پر براہ راست اثر انداز ہونے والی اقتدار مثلاً فنی مہارت، حب الوطنی اور قوم پرستی کو مبالغہ آمیز طور پر فروغ دیا جا رہا ہے۔ جبکہ وہ تمام اقدار جن کی خالص اخلاقی بنیاد تھی مثلاً اولاد کی محبت، والدین کی محبت تیزی سے اپنی اہمیت کھو رہی ہے۔ کیونکہ ان سے معاشرہ کو کوئی مادی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ماضی میں گروہ یا قبیلہ کی فلاح و بہبود کے لیے مضبوط خاندانی رشتوں کو فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی اب ان کی جگہ اجتماعی ادارے لے رہے ہیں جن کی بہت سی شاخیں ہیں اور اس کو مشینی خطوط پر استوار کیا جا رہا ہے۔ اس میں بیٹے کو باپ کے ساتھ رویہ کی کوئی خاص مادی اہمیت نہیں ہے۔ جب تک کہ باپ بیٹا معاشرے کی معروف حدود کو نہ پھلانگیں اور ان حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے آپس میں ملیں اور برتیں اس وقت تک معاشرہ ان سے تعرض نہیں کرتا چنانچہ اس اخلاقی تنزل کا نتیجہ نکلا کہ مغرب کا خاندانی نظام خاتمے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جب کہ مشینی معاشرے کا تصور عام ہو چکا ہے۔ (12)

یورپ کی اصول پسندی اور خوش اخلاقی کی شہرت آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے اور اخلاقی جرائم کی رفتار خاصی تیز ہو رہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 1984ء میں امریکہ میں دس ہزار ڈاکٹروں کے پاس جعلی ڈگریاں تھیں۔ اس کا انکشاف امریکی کانگریس ڈیموکریٹک رکن مسٹر کلارڈ پیپر نے کیا۔ انہوں نے بتایا کہ امریکہ میں پچیس ہزار ڈالر میں میڈیکل کی جعلی سند مل جاتی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کو میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے قرضے دیئے گئے تھے۔ انہوں نے اس سے جعلی ڈگریاں خرید لیں اور اب یہ ڈاکٹر سرکاری اور پرائیویٹ ہسپتالوں میں پریکٹس کر رہے

---

10 نوائے وقت، 11/اکتوبر ۲۰۰۱

11 مجلہ تحقیقات اسلامی، **جدیدیت اور مابعد جدیدیت**، ص:40

12 محمد اسد، ملت اسلامیہ دوراہے پر، ترجمہ "Islam at the cross roads"، ص:49

ہیں۔ جعلی ڈگریاں بیچنے کے الزام میں ایک شخص کو تین سال قید بھی ہوئی۔ اخلاقی جرائم ہی کے سلسلے میں یہ بات بھی منظر عام پر آئی ہے کہ امریکہ کے ہائی سکولوں میں ہر دوسرا طالب علم شرابی ہے، ہر چوتھا سگریٹ نوشی کرتا ہے اور ہر دسواں طالب علم حشیش استعمال کرتا ہے۔([13])

❖ **عائلی زندگی پر اثرات :**

مغرب میں جدیدیت کے فروغ نے یورپ کے عائلی نظام کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ یورپ کا عائلی نظام تباہ و برباد ہو گیا۔ ایک سروے کے مطابق برطانیہ میں ایک چوتھائی گھرانوں میں روایتی کنبے رہتے ہیں باقی دو تہائی بغیر شادی کے اکٹھے رہتے ہیں یا تنہا زندگی گزارتے ہیں۔([14]) خاندانی نظام کے تباہ ہونے سے برطانیہ میں حرامی بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے ایک اندازے کے مطابق ۱۹۹۱ء میں ہزار بچے ناجائز پیدا ہوئے ۔ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۱ء میں ایک لاکھ ۵۳ ہزار طلاقیں ہوئیں جبکہ حرامی بچوں کا تناسب ۳۲ فی صد ہے۔([15]) جب کہ ۲۰۰۹ء میں یہ تناسب بہت بڑھ گیا ماہرین کے مطابق پیدا ہونے والے 3 بچوں میں ایک غیر شادی شدہ جوڑے سے پیدا ہوتے ہیں۔([16])

- **مسلم تہذیب پر نشاۃ ثانیہ کے اثرات :**

تاریخ کے اوراق اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ عالم اسلام کی اندرونی طاقت اور اس کا سماجی ڈھانچہ اتنا مضبوط اور طاقت ور تھا کہ کوئی بھی قوم اور کوئی بھی تہذیب اس کو متاثر نہیں کر سکی۔ اسلامی سلطنت جو تین براعظموں تک پھیلی ہوئی تھی ہر وقت اندرونی و بیرونی دشمنوں سے گھری رہتی تھی کبھی تو صلیبی جنگوں کے صورت میں اور کبھی اندرونی خلفشار و بغاوتوں کی صورت میں اس تمام صورت حال کے باوجود اسلام کا سماجی ڈھانچا ناقابل تسخیر ہے۔ البتہ اس نئی تہذیب نے اسلامی تہذیب پر کچھ اثرات مرتب کیے ہیں۔ ذیل میں اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہے:

❖ **مذہب پر اثرات :**

اس نے اسلام کو تنقید کا نشانہ بنا خصوصاً تین چیزوں پر قید کی۔ ان میں پہلا قرآن مجید ہے۔ مغرب نے قرآن مجید کو مقام حجیت سے ہٹا کر قابل بحث بنانے کی کوشش کی تا کہ اسلام کے اہم جزو میں تشکیک کا عنصر پیدا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوا جس نے قرآن کی حجت کا انکار کر دیا۔

دوسرا حضور کی ذات اور سنت تھی، اس کو مستشرقین نے قابل بحث بنانے کی کوشش کی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ آنحضور کی شخصیت کو مسلمانوں کے درمیان متنازعہ بنا دیا جائے اور ان کے قول فعل کی حیثیت اور مقام مسلمانوں میں باقی نہ رہے مسلم تہذیب پر اس کا اثر یہ ہوا کہ خود مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے آنحضور کی احادیث کا انکار کیا۔ اگرچہ وہ اپنے نظریات کی بنیاد پر اسلام سے دور چلے گئے مثلاً غلام احمد پرویز اور مرزا غلام احمد قادیانی۔ یہ دونوں مغربی تہذیب کے پیدا کردہ تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نبی کریم کی ذات پر کیچڑ اچھالنا اور انہیں آخری نبی نہ ماننا۔ اسی طریقے سے عصر حاضر میں مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی تحریروں میں سنت اور آنحضرت کے قول فعل کا انکار کرتے ہیں اور ان کو حجت نہیں مانتے۔ جاوید احمد غامدی کے افکار سے بھی انکار حدیث کا رجحان ثابت ہوتا ہے۔ تیسرا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد کا اصل مقصد دنیا میں

13 نوائے وقت ۲۰ ستمبر ۱۹۹۴ء

14 جنگ، لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء۔

15 جنگ، لاہور 10 ستمبر ۱۹۹۱ء۔

16 ضرب مومن، ۲۸ اپریل ۲۰۰۹ء

امن قائم کرنا تھا اور مغرب نے اس جزو کو کمزور کرنے کے لیے اس کو وحشیانہ فعل اور ظلم و بربریت قرار دیا اور مسلمانوں میں کئی ایسے افراد کو شہرت دی جو جہاد کو باطل قرار دیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے حکمرانوں کو اپنا زیر نگیں بنایا۔ ماضی بعید میں کمال اتاترک اور ماضی قریب میں اس کی مثال پرویز مشرف جنہوں نے جہاد کی اصل روح کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

❖ تحریک استشراق کے مسلم تہذیب پر اثرات :

تحریک استشراق مختلف ادوار میں مسلمانوں پر اثر انداز ہوئی ہے اور اسلامی علوم اور تاریخ پر کئی قسم کے اثرات مرتب ہوئے ہیں چنانچہ اس تحریک نے اپنے ابتدائی مراحل میں اسلام کی مخالفت برائے مخالفت اور بے جا پروپیگنڈا کیا۔ اہل مغرب کو اسلام اور مسلمانوں سے متنفر کیا اور عیسائیوں اور یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہونے پر قائل کیا۔ جس کے نتیجے میں صلیبی جنگیں وقوع پذیر ہوئیں۔

جب مستشرقین نے مختلف عربی مصادر کو ترجمہ کر کے انگریزی میں منتقل کیا تو اس کے کئی اثرات ظاہر ہوئے۔

1۔ ایک بہت بڑا ذخیرہ جو مخطوطات کی صورت میں تھا۔ بڑی کتابوں کی صورت میں چھپ کر محفوظ ہو گیا جس میں مذہب اسلام اور سائنس وٹیکنالوجی کی عربی کتب اور مخطوطات شامل تھے۔

2۔ ان سائنسی علوم سے یورپ بہرہ ور ہو کر سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کی منازل طے کرتا ہوا دنیا کا نام نہاد حاکم بن گیا۔

3۔ جب تحریک استشراق نے ترقی کی اور اسلام کے بنیادی ماخذ کے مطالعہ کے بعد قدرے حقیقت پسندانہ رویہ اپنایا تو بہت سے کم علم مسلمان ان سے متاثر ہوئے۔ خصوصاً برصغیر پاک وہند کے علماء نے یہ اثر قبول کیا کہ ان میں سرسید احمد خان، عنایت اللہ مشرقی، غلام احمد پرویز، اسلم جیراجپوری، اور اسی طرح احمد امین مصری نے فجر الاسلام ”لکھ کر اور ابوریہ " الاضواء علی السنۃ المحمدیہ "لکھ کر مستشرقین سے قبول کردہ اثرات کو اپنی کتابوں میں عام کیا۔

4۔ جب اہل اسلام نے مستشرقین کی علمی مساعی کو تسلیم کرنا شروع کیا تو دوسری طرف یورپ کے غیر مسلموں نے بھی مستشرقین کی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ان غیر مسلموں پر اسلام کو غلط انداز میں پیش کیا گیا۔

5۔ مسلم اسکالرز کا استشراقی تحریروں کو مستند ذریعہ جاننا مسلم ممالک میں موجود جامعات کے طلبہ اور اسکالرز مغربی مصنفین کے لٹریچر کو مستند سمجھتے ہیں چنانچہ اسی بارے میں سید ابو حسن ندو دلکھتے ہیں :

عالم اسلام اور ممالک عربیہ کی علمی کمزوری، پست ہمتی اور بے مائیگی کی کھلی دلیل ہے کہ یہی ممالک ایک طویل زمانے سے خالص اسلامی موضوعات پر مستشرقین کی کتابوں کو ماخذ و مرجع سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک ان کی محققانہ کتابیں، کتاب مقدس کی حیثیت رکھتی ہیں([17])

6۔ دنیا کا تعلیمات اسلامی کے لیے مغربی جامعات کی طرف رجحان، چونکہ جدید دور میں مغربی لٹریچر کو مسلم اسکالرز کے ہاں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لیے اسلامی ممالک کے اسکالرز اسلامی ملکوں کی جامعات کی طرف جانے کی بجائے مغربی یونیورسٹیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مستشرقین ان اسکالرز کے اذہان میں خلاف اسلام اور اختلافی امور انڈیل دیتے ہیں۔

❖ سیاست پر اثر

یورپ نے جب تصور حریت و مساوات کے نظریے کو مسلم تہذیب میں عام کیا اور چونکہ اس نظریہ میں قدیم طرز زندگی اور ماحول کو یکسر بدلنے کے عوامل بتائے جا رہے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم معاشرے میں ایک عام بے چینی اور بے دلی پھیل گئی۔ ان حالات کے خلاف دلوں میں

[17] سید سلمان حسنی ندوی، **اسلام اور مغربی مستشرقین**، مجلس نشریات اسلام، کراچی، (س،ن)، ص:16

نفرت، کراہت اور بغاوت کا لاوا پھوٹ پڑا۔ اسلامی ممالک میں جو آئے دن فوری انقلابات اور بغاوتیں ہوتی رہتی ہیں اس کا راز دراصل یہی بے چینی اور بد دلی ہے۔ چنانچہ عالم اسلام میں ان انقلابات کے اثرات دوسرے ممالک کے مقابلے میں اس لیے بھی زیادہ ہیں کہ عالم اسلام میں ہزار کمزوریوں کے باوجود دینی شعور اور دینی جذبہ ہر حال موجود ہے جو احتجاج و بغاوت اور اصلاح حال کی عملی جدوجہد پر کسی نہ کسی وقت آمادہ کر دیتا ہے۔

جدیدیت کا ایک اور سب سے برا اثر یہ ہوا کہ تمام مسلم ممالک کی سربراہی ایسے نااہل لوگوں کے ہاتھ میں آگئی جو مغرب سے ٹکڑوں پر پلتے تھے۔ اس کام کے لیے انہوں نے ان ممالک کے حکمرانوں کی آؤ بھگت کی انہیں مراعات دیں اور ان کی اعانت کی اور انہیں شہرت کا سامان فراہم کیا اور یہی وہ لوگ تھے جو فکری طور پر اسلام سے برگشت اور مغرب کے مطیع تھے۔ مغرب نے کبھی تو سوشل ازم کا نعرہ لگا کر اور کبھی جمہوریت کا نعرہ لگا کر امت مسلمہ کے حکمرانوں کو گمراہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم سلطنت کے حکمران مغربی طرز سلطنت سے متاثر ہو گئے۔ حالانکہ مسلمانوں کے سامنے عظیم سلطنت کی مثالیں موجود تھیں۔ جمہوریت کا نعرہ لگا کر ایسے وڈیروں جاگیرداروں اور مغرب کے پیپٹ حکمرانوں کو مسلمانوں کا قائد بنادیا گیا اور جمہوریت کی اصل روح کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ پاکستان سمیت کئی اسلامی ممالک میں جمہوریت برائے نام ہے۔

❖ معیشت پر اثر :

مغربی ممالک نے مسلم ممالک کو اپنا دست نگر اور اپنا تاج بنا دیا۔ خاص طور پر ان ممالک کے عوام معاشی لحاظ سے اور معیار زندگی کے اعتبار سے بہت پست زندگی گزارتے ہیں جن ممالک میں آبادی زیادہ ہے۔ ان کا معیار زندگی اور بھی پست اور معاشی حالت خستہ اور زبوں ہے لیکن ان ممالک کی قومیں ترقی یافتہ مغربی حکومتوں کی پوری تقلید کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ہر ملک میں بغیر کسی ضرورت کے لاتعداد سفارت خانے اور کونسل خانے موجود ہیں۔ پھر یہ سفارت خانے وہ تمام طریقے اختیار کرتے ہیں جو ان مغربی ممالک کے سفارت خانے اختیار کر سکتے ہیں۔ مسلم و عرب ممالک کے ان سفارت خانوں کی طرف سے مختلف تقریبات کے لیے شاہانہ دعوتوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جن میں غریبوں سے جمع کی ہوئی دولت پانی کی طرح بہائی جاتی ہے۔ بالعموم ان سفارت خانوں کو دین اسلام اور اپنے اخلاقی اصول اور معیار کے مظاہرہ اور ان ممالک کے مسلمانوں کے ہمت افزائی اور دینی رہنمائی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور ان سے بہت کم علمی و ثقافتی فائدہ پہنچتا ہے۔([18])

مغرب نے معیشت پر اس طرح قبضہ کیا کہ امت مسلمہ باوجود صاحب ثروت ہونے کے بھوک، ننگ اور معاشی بدحالی کا شکار ہے۔ ایسا بینکنگ نظام متعارف کرایا جس سے سودی نظام کو پھیلنے کا موقع ملا۔ چنانچہ ان تمام تر ممالک کے مرکزی بینک اپنے اپنے ممالک میں اس نظام کی بڑی شدت سے تشہیر کر رہے ہیں۔ دوسرا اثر یہ ہوا کہ ان تمام ممالک کی جامعات میں اسلامی معیشت کی بجائے جدید معیشت پڑھائی جاتی ہے۔ اس جدید معیشت میں سبق یہ دیا گیا کہ آپ نے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کرنا ہے۔ سرمائے کو اکٹھا کرنے میں آپ تمام تر اخلاقیات کو بالائے طاق رکھیں۔ تاہم جدید ذرائع سے فائدہ اٹھا کر مسلمان اہل علم نے جدوجہد کی۔ بینکنگ کے نظام کا مطالعہ کیا اور اس پر کھا۔ تیسرا اثر یہ ہوا کہ مسلم ممالک میں اسلامی بینکاری کو متعارف کرایا گیا۔ اس میں جن پر ماہرین نے مضاربہ اور مشارقہ کو مغربی بینکاری کے جامے میں ڈھالنے کی کوششیں کرنا شروع کر دیں۔

❖ اخلاقیات پر اثر :

---

[18] سید ابوالحسن، **مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش**، مجلس نشریات اسلام، کراچی، (س،ن)، ص:204-213

دوسرے شعبوں کی طرح جدیدیت نے اخلاقیات کے شعبہ کو بری طرح متاثر کیا۔ چنانچہ مسلم ثقافت نے مغرب کی ثقافتی اور لادینی یلغار کو اپنے معاشرے میں راج کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ آج مسلم ممالک کے بڑے سے بڑے شہروں میں فحاشی عریانی اور ناچ گانوں کا دور دورہ ہے اور المیہ یہ ہے کہ مسلم ممالک کی بڑی بڑی جامعات میں فحاشی و عریانی اور ناچ گانے کو باقاعدہ تعلیم کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ جبکہ اسلام اس کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ آئے روز اخبارات میں نت نئی بداخلاقیاں منظر عام پر آتی ہیں۔ جن کی اسلام میں شدید مذمت کی گئی ہے۔ اسلامی ممالک کے ٹیلی ویژن بھی مغربی انداز میں ان چیزوں کو پیش کرتے ہیں۔

❖ **معاشرے پر اثرات:**

اسلام نے اصلاح معاشرہ پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ معاشرے کی بنیادی اکائی خاندان ہے۔ چنانچہ مغرب نے اس روح کو ختم کرنے کے لیے کورٹ میرج، لو میرج اور مخلوط ٹیموں کو مسلم تہذیب میں عام کر دیا ہے اور اس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے خاندانی نظام میں دراڑیں پڑ چکی ہیں۔ والدین کا ادب واحترام اور معاشرتی حدود و قیود ناپید ہو چکی ہیں۔ نوجوان نسل مغربی میڈیا سے متاثر ہونے کے بعد اسلامی اقدار اور اپنے آباء کے طور طریقوں پر چلنے کو دقیانوسی سمجھتی ہے۔ دوسرا اثر یہ ہو کہ مسلمانوں نے اپنا رہن سہن اور بود وباش میں مغرب کی نقالی شروع کر دی۔ اسلامی مالک کے ٹیلیویژن بھی مغربی انداز چیزوں کو پیش کرتے ہیں۔

مسلم نشاۃ ثانیہ کا تعارف

انسانیت تباہی کے دہانے پر تھی، انبیاء کی تعلیمات کو پس پشت ڈالا جا رہا تھا، آخری نبی کو بھی گزرے ہوئے پانچ سو سال گزر چکے تھے۔ کسی کو بھی مذہب اور انسانیت کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ ہم ان ادوار کو تاریخ اور جہالت کے دور کہہ سکتے ہیں۔ انہی ادوار میں وہ ادوار بھی شامل ہیں، جب عیسائیت بدعات کی رسموں میں غرق ہو کر دین کا جنازہ نکال رہی تھیں۔ تمام دنیا کا یہی حال تھا، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون چلتا تھا، عورت کی کوئی عزت نہ تھی، عورت کو ہوس نشانہ بنایا جاتا، اور اس سے فحاشی کے بازار گرم کیے جاتے۔ ایسے میں اللہ تعالی کو اپنی مخلوقات پر رحم آگیا اور اس نے انسانیت کا نجات دہندہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلائے۔ آپ نے اس دنیا میں آکر انسانیت میں پسے ہوئے طبقوں کو ایک خاص مقام دیا، عورت کو وہ عزت دی جو پہلے کوئی نہ دے سکا اور نہ آج کوئی دے سکتا ہے۔ اس کو ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کے باعزت القاب اور خطاب سے متعارف کروایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو اللہ کی طرف سے قرآن جیسا عظیم معجزہ عطا فرمایا جو ان کی زبان میں تھا۔ اس قرآن پر عمل کر کے مسلمانوں نے انقلاب محمدیہ کے وہ روشن ابواب سونے کی قلم کے ساتھ لکھے گئے سنہری اوراق ہیں۔ اور اس کی دلیل کچھ یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی یہ انقلاب محمدی قائم رہا، ابو بکر و عمر عثمان و علی کے ادوار میں بے شمار فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور یہ سلسلہ تقریبا ہزار سال تک جاری رہا۔ مسلمانوں نے اتنی ہمت کا مظاہرہ کیا کہ فتوحات اور اسلامی تہذیب کو قائم کرنے کے لئے اگر سمندر کو بھی پار کرنا پڑتا تو اس سے دریغ نہ کرتے۔

بقول اقبال

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے　　　بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے[19]

[19] محمد اقبال، علامہ، **بانگ درا**، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، (س، ن) ص: 166

مسلم نشاۃ ثانیہ اور مغربی نشاۃ ثانیہ میں فرق

* مسلم نشاۃ ثانیہ تب شروع ہوئی جب مغربی نشاۃ ثانیہ کے تاریک ادوار چل رہے تھے۔ مغربی نشاۃ ثانیہ کا آغاز پندرویں صدی عیسوی میں ہوا اور اور مسلم نشاۃ ثانیہ کا آغاز پیدائش محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا تھا۔
* مسلم نشاۃ ثانیہ نے انسانیت کو اس کے مالک حقیقی کے قریب کر دیا۔ مغربی نشاۃ ثانیہ نے انسانیت کو صرف خدا سے دور اور وحی کا انکار کیا۔
* مغربی نشاۃ ثانیہ کے بعد جو معاشرہ وجود میں آیا۔ اس میں امیر اور غریب میں بے حد فرق ہونے لگا۔ امیر بہت ہی امیر اور غریب بہت ہی غریب ہونے لگے۔ اسلامی نشاۃ ثانیہ نے مسلمانوں کو ایسا مالیاتی نظام دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں غریب ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتا۔
* مغربی نشاۃ ثانیہ میں کسی بھی مذہب کی پیروی کرنا جرم ہے۔ جبکہ اسلامی نشاۃ ثانیہ اور اسلام نے ایک ہی ریاست میں موجود ذمیوں وہ بھی ان کے مذہب کے مطابق عبادت کرنے سے منع نہیں کیا، بلکہ ان کو حقوق فراہم کیے کہ ان کی جان ومال کا تحفظ کیا جائے گا۔ مغربی نشاۃ ثانیہ اور سوچ یہی ہے کہ جو شخص کسی بھی مذہب کی پیروی کرتا ہے اس کو پیروی نہ کرنے دی جائے۔[20]

اسلامی نظام حکومت کا خاتمہ اور عصر حاضر

خلافت عثمانیہ کو جب بیسویں صدی میں ختم کر دیا گیا۔ تب سے مسلمان اپنے اس سنہری ماضی کو فراموش کر چکے ہیں کیونکہ مغربی نظام حکومت ان کو اپنے آغوش میں لے چکا ہے، کبھی آمریت کے سائے مسلمانوں پر منڈلاتے ہیں تو کبھی جمہوریت کی تلوار جو مسلمانوں کو یہ سمجھ میں نہیں آنے دیتی کہ ان کا اصل نظام کیا تھا۔ جس نے تاریکیوں کے دور میں اجالوں سے اپنی پہچان بنائی تھی۔ ابھی بھی وقت باقی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ فرقہ وارانہ تو اس بات کو چھوڑ کر ایک ہو جائے۔ اور دنیا کو بتا دے کہ انقلاب محمدیا صرف ایک مخصوص وقت کے لئے نہیں ہے۔

بقول اقبال

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا — آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا[21]
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے — نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر[22]

حاصل کلام

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ ایک عالمی سازش کے تحت جب مسلمانوں کے عروج کو زوال میں تبدیل کر دیا گیا۔ کب سے ہم زوال پذیر ہیں اور مغربیت سے مرعوب ہیں۔ ایسی صورتحال میں علماء کی ذمہ داری ہے کہ ممبروں سے عصر حاضر کے مسائل پر خطبہ دیا جائے۔ مسلمانوں کو بتایا جائے کہ ان کا شاندار ماضی کیا تھا تاکہ مسلمان اس سروس کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ نیز مغربیۃ حضرت کے خول سے نکالنے کے لیے مغرب کے نقائص اور ان کے نشاۃ ثانیہ کے بعد ان معاشی اور معاشرتی حالات کو عوام پر واضح کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[20] سید ابوالحسن، **مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش**، ص:204-213
[21] حوالہ بالا، ص:208
[22] حوالہ بالا، ص:265

کتابیات

* مودودی، سید ابوالاعلی، **مسلمانوں کا ماضی، حال مستقبل کے آئینے میں**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، س،ن)
* مجلہ تحقیقات اسلامی، **جدیدیت اور مابعد جدیدیت**، (علی گڑھ: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، ۲۰۰۸ء)
* محمد اسد، **ملت اسلامیہ دوراہے پر، ترجمہ** "**Islam** at the cross roads" (لاہور: دار السلام، س، ن)
* ندوی، سید ابوالحسن علی، **انسانی زندگی پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر**، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1974ء)
* سید سلمان حسنی ندوی، **اسلام اور مغربی مستشرقین**، مجلس نشریات اسلام، کراچی، (س، ن)،
* سید ابوالحسن، **مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش**، مجلس نشریات اسلام، کراچی، (س، ن)
* محمد اقبال، علامہ، **بانگ درا**، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، (س، ن)